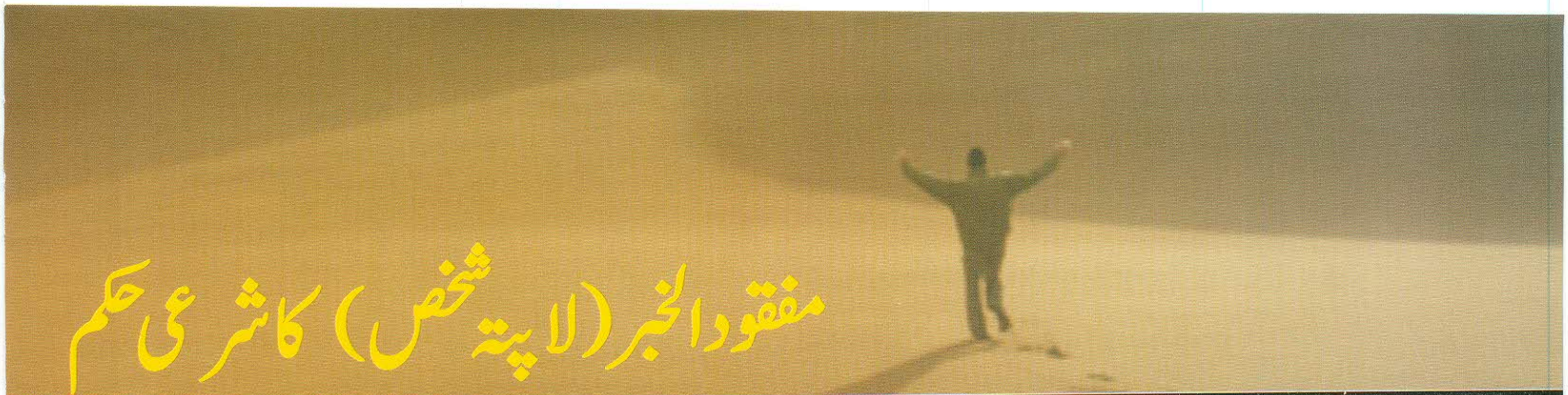

مفقود الخبر (لاپتہ شخص) کا شرعی حکم

عبدالباقی ادریس السندی

ریسرچ آفیسر و معاون مدیر، رسالہ اجتہاد

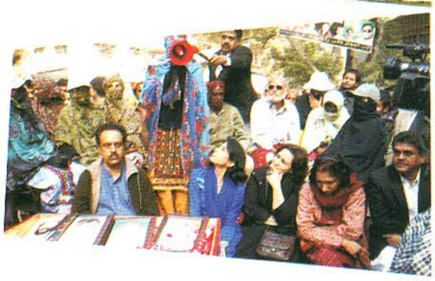

مفقود الخبر سے وہ شخص مراد ہے جو اس طرح غائب ہو کہ کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ کہاں ہے؟ اور زندہ ہے بھی یا نہیں ہے؟ ابو الحسن القدوری کے الفاظ ہیں "فلم یعرف له موضع و لا یعلم أحی هو أم میت"[1]

شرف الدین مقدسی نے اس کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے جیسے کوئی شخص اہل و عیال کے درمیان گم ہو جائے۔ نماز کو نکلے اور واپس نہ آئے۔ کسی قریبی جگہ کسی ضرورت کے لئے جائے اور پھر اس کا کوئی پتہ نہ چلے یا کسی ریگستان یا میدان جنگ کو کوچ کر جائے یا کسی کشتی میں سوار ہو جو ڈوب جائے اور یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ وہ بھی ڈوب گیا یا بچ گیا۔ [2]

مفقود الخبر شخص کی بیوی دوسرے سے نکاح کی مجاز ہو گی یا نہیں؟ اس میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں:

پہلی رائے:

اہل علم کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ جب تک شوہر کی موت واقع نہ ہو جائے عورت نکاح کی مجاز نہیں، ابن ابی شیبہ نے حکم رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سے حضرت علیؓ سے یہی رائے نقل کی ہے کہ: "اذا فقدت زوجها لم تزوج حتیٰ یصل أن یموت" شعبی کہتے ہیں عورت اس کے مرنے یا واپس ہونے کا انتظار کرے۔ "حتیٰ یرجع أو یموت" ابو قلابہ کہتے ہیں جب تک شوہر کی موت واضح نہ ہو جائے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ "حتیٰ تبین لها موته"

یہی رائے ابراہیم نخعی، حماد، حکم، جابر بن زید اور محمد سے بھی منقول ہے۔[3] ابن حزم کی بھی یہی رائے ہے اور انہوں نے اپنی تلاش و جستجو سے اس فہرست میں خاصا اضافہ کر دیا ہے۔[4] یہی رائے امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کی بھی ہے۔[5] اور قول جدید کے مطابق امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے۔[6]

یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا مناسب ہو گی کہ احناف کے ہاں اتنی عمر کے بعد عورت نکاح کر سکتی ہے جس میں غالب گمان ہو کہ اب شوہر کی موت ہو چکی ہو گی، یہ مدت انتظار کیا ہو گی؟ اس سلسلہ میں خود فقہاء احناف کے یہاں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ شرح وقایہ میں محمد بن فضل اور محمد بن حامد سے ۹۰ سال نقل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے امام ابو حنیفہ سے ایک قول صرف ۳۰ سال کا مروی ہے، بعض حضرات نے ۶۰ اور ۷۰ سال نقل کیا ہے۔ ایک روایت امام صاحب اور صاحبین سے ۸۰ سال کی نقل کی جاتی ہے۔ اور صاحب جامع الرموز نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے۔ "وعلیه الفتویٰ فی زماننا" صاحبین سے ایک قول ۱۰۰ سال، امام محمد سے ایک روایت ۱۱۰ سال اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ۱۵۰ سال کی بھی نقل کی گئی ہے۔ تاہم سب سے قرین قیاس یہ قول ہے کہ اس مرد کے ہم عمر لوگ جب مر جائیں تو سمجھا جائے کہ وہ مر چکا ہے اور اس کی بیوی کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے۔ [7]

دوسری رائے:

شوہر کے غائب ہونے کے بعد جب عورت مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے تو پہلے قاضی اس کے متعلق تحقیق کرے جب اس کا کوئی پتہ نہ چلے تو اب عورت کو چار سال انتظار کا حکم دے۔ پھر چار سال کے درمیان بھی اگر شوہر نہ آئے تو اب عورت کو اجازت دی جائے کہ وہ "عدت وفات" (۴ ماہ ۱۰ دن) گزار کر دوسرا نکاح کر لے۔

ابن ابی شیبہ نے قوی سند سے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ دونوں سے نقل کیا ہے کہ وہ مفقود الخبر شخص کی بیوی کو چار سال کے انتظار اور چار ماہ دس دن کی مدت کے بعد نکاح ثانی کی مجاز گردانتے ہیں۔(8) امام مالک نے بھی اسی روایت کو نقل کر کے اس پر اپنے مسلک کی بناء رکھی ہے اور عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دی ہے۔(9)

یہی رائے امام احمد کی بھی ہے۔ البتہ امام احمد کے ہاں چار سال اور چار ماہ دس دنوں کا انتظار عورت خود ہی کر لے یہ کافی ہے قاضی کے پاس جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

''فإنها تربص أربع سنين ثم تعتد للوفاة أربعة أشهر و عشرا۔۔۔ و لا يفتقر الأمر إلى الحاكم ليحكم بضرب المدة وعدة الوفاة'' (10)

پہلی رائے کے دلائل

جو لوگ مفقود الخبر شخص کی بیوی کو اس کی موت کی خبر آنے یا قیاس و قرائن سے اس کا اندازہ ہونے تک دوسرے نکاح کی اجازت نہیں دیتے، ان کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا مفقود الخبر شخص کی بیوی اس کی بیوی ہے جب تک کہ اس کی موت و زندگی واضح نہ ہو جائے: ''امرأة المفقود امرأته حتى ياتيها الخبر''۔(11)

۲۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مفقود الخبر شخص کی بیوی کو صبر کرنا چاہیے تاآنکہ اس کی موت واضح ہو جائے یا طلاق دے دے۔ ''فلتصبر حتىٰ ياتيها موت أو طلاق''۔(12)

۳۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کی موافقت ثابت ہے۔ ''عن ابن جريج قال بلغني عن ابن مسعود أنه وافق على ابن أبي طالب في امرأة المفقود''۔(13)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی قوت سے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے استدلال کیا ہے کہ میرے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ شوہر حاضر ہو یا غائب، نکاح کے احکام نفقہ، ایلاء، ظہار، وقوع طلاق کے احکام جوں کے توں نافذ ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عدت یا تو طلاق کی وجہ سے ہوتی ہے یا وفات کی وجہ سے۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ اگر ایک فریق خشکی یا سمندر میں غائب ہو جائے یا دشمن قتل کر کے نامعلوم جگہ لے کر چلا جائے تو زوجین میں سے ایک کے مال سے دوسرے کو اس وقت تک وراثت نہیں دی جائے گی جب تک کہ دوسرے کی موت کا یقین نہ ہو جائے۔ پھر جب پہلے مسئلہ میں نکاح کے احکام باقی ہیں۔ تیسری صورت کے مطابق موت کے احکام جاری نہیں ہوئے۔ اور دوسرے مسئلہ کے مطابق عدت کا طلاق اور وفات کے سوا کوئی اور موقع نہیں، تو اب مفقود شخص کی بیوی کے لئے دوسرا نکاح کس طرح جائز ہوگا؟ اور وہ عدت وفات کیونکر گزارے گی؟۔(14)

دوسری رائے کے دلائل

جو لوگ چار سال کی مدت کے بعد عورت کے نکاح کو قابل فسخ تسلیم کرتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مفقود شخص کی بیوی چار سال انتظار کرے اور چار ماہ دس دن عدت گزارے۔ ''قال في امرأة المفقود تربص اربع سنين و تعتد اربعة اشهر و عشرا''(15)

ابن ابی شیبہ، ابن حزم اور مختلف اہل علم نے ابن ابی لیلیٰ کے واسطہ سے حضرت عمرؓ کا اس سلسلہ میں قول اور ایک خاص قضیہ جس میں شوہر کو جن لے گئے تھے۔ اسی کے مطابق فیصلہ نقل کیا ہے۔

ہر چند کہ صاحب ہدایہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کی رائے کی طرف رجوع کیا تھا لیکن حدیث کی کتابوں سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور حافظ ابن حجر جیسے محقق کا کہنا ہے کہ مجھے یہ بات نہ مل سکی۔

''اما رجوع عمر فلم اره''۔(16)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ولا تمسكوهن ضرارا﴾ (17)

اس طرح ایک عورت کو زوجیت میں رکھنا کہ شوہر خود لاپتہ ہو اور اس کی حیات و زیست کی بھی بیوی کو خبر نہ ہو اور وہ ان کی طرف سے کم از کم صنفی حق سے یکسر محروم ہو، ضرر کے ساتھ روکے رکھنے کے سوا اور کیا ہے؟

۳۔ حدیث میں ہے ''لا ضرر ولا ضرار''۔(18)

یہاں اس عورت کو اب بھی مرد کی زوجیت میں باقی رکھنا صریح طور پر اسے ضرر میں مبتلا رکھنا ہے جس میں عملاً وہ شوہر کی حمایت اور صیانت اور افادیت سے محروم ہو کر رہ گئی ہے۔

علامہ صنعانی نے اس آیت اور روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال آثار موقوفہ ہیں یعنی صحابہ کے اقوال ہیں اس لئے ان سے استدلال کرنا زیادہ بہتر ہے۔

''وهذا احسن الاقوال''۔(19)

طرفین کے دلائل پر ایک نظر

جب آپ ان دلائل پر تقابلی نظر ڈالیں گے تو محسوس کریں گے کہ خاص اس مسئلہ سے متعلق صرف ایک ''نص'' ہے جس کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور وہ ہے دار قطنی کی روایت ''امرأة المفقود امرأته حتی یأتیها الخبر''۔ اگر یہ روایت حدیث کے اعتبار سے صحیح ہوتی تو یہ اس بات میں ''دلیل قاطع'' ہوتی۔ مگر یہ انتہائی ضعیف ہے۔ اس کو ابو حاتم، بیہقی، ابن قطان، عبد الحق اور مختلف محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (20)

مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

''فيه متروكون وضعفاء فلايقوم حجة'' (21)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ''سوار بن مصعب'' محمد بن شرحبیل سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہی متروک ہیں۔ (22)

ہے، اس لئے حضرت عمرؓ کا اثر بمنزلہ حدیث مرفوع کے ہے اور قابل ترجیح ہے۔ (24)

اب ہمیں قیاس و مصلحت کی طرف آنا چاہیے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مسلک کی حمایت میں جو قیاسات پیش کئے ہیں وہ ظاہر ہونے کے باوجود محل نظر ہیں، یہ صحیح ہے کہ شوہر غائب اگر طلاق دے تو طلاق پڑ جاتی ہے، ایلاء کرے تو ایلاء ہو جاتا ہے، نفقہ اس کے ذمہ واجب رہتا ہے اس لحاظ سے نکاح کے احکام باقی ہیں، لیکن اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ نکاح محض ایک قانونی رشتہ نہیں ہے بلکہ ایک ''انسانی ضرورت'' بھی ہے اور وہ عملاً اس وقت بے فائدہ ہو کر رہ گیا ہے، اس لئے قاضی اس بات کا مجاز کیونکر نہ ہو کہ وہ رفع ضرر کے لئے عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دے

یعنی محدثین کے نزدیک ان کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔

اس طرح حدیث مرفوع کسی کے پاس نہیں ہے، رہ گئے آثار صحابہ تو یہ متعارض ہیں ایک طرف حضرت علیؓ کا عمل ہے تو دوسری طرف حضرت عمرؓ کا، حضرت علیؓ کی موافقت حضرت ابن مسعودؓ نے کی ہے تو حضرت عمرؓ کی موافقت حضرت عثمان غنیؓ نے، عبد اللہ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے اگر حضرت علیؓ کی موافقت مروی ہے تو خود ابن حزم نے اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ کی موافقت بھی نقل کی ہے: ''عن جابر بن زید عن ابن عمر وابن عباس قالا جميعاً في امرأة'' (23)

مولانا عبد الحی لکھنوی نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کا اثر قیاس کے مطابق ہے کہ جب شوہر زندہ ہے تو اس کی بیوی نکاح ثانی کیونکر کرے؟ اور حضرت عمرؓ کی روایت خلافِ قیاس ہے اور جو روایت خلافِ قیاس ہو اور صحابی سے منقول ہو وہ احناف کے ہاں حکم میں حدیث مرفوع، یعنی خود آپ ﷺ کے قول کے برابر

عورت کے نکاح ثانی کو ''مال اور وراثت'' پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں، مال جائیداد کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مالک کی موجودگی کے متقاضی ہو، لیکن بیوی کی فطرت اس بات کی داعی ہے کہ شوہر اس کے ساتھ رہے اس کے بغیر اس کے داعیۂ نفس کی تکمیل نہیں ہو سکتی، مفقود الخبر شخص کی وفات کا گو علم نہیں ہے لیکن قاضی اس کی طویل غیبت کو حکماً وفات کا درجہ دے رہا ہے، اس لئے وہ ''عدت وفات'' گزار رہی ہے، اس لئے یہ عدتِ وفات میں داخل ہے۔

اس کے مقابل دوسرے گروہ نے قرآن و حدیث کے جس عمومی خطاب اور دین کے مجموعی مزاج و مذاق نیز شریعت کے مسلمہ قواعد سے استدلال کیا ہے، وہ اس موقع و محل پر بالکل صحیح محسوس ہوتا ہے اور شریعت کے مجموعی مزاج، اس کی روح کے عین مطابق بھی، اس لئے کہ اگر کسی عورت کو پوری زندگی ''صبر و قناعت'' کی تصویر بن کر وقت گزارنے کو کہا جائے تو موجودہ سماجی اور

اخلاقی حالات کے تحت کچھ بعید نہیں کہ وہ انسانی فطرت کے تحت کسی دام حرص وہوس میں پھنس جائے۔

متاخرین احناف کا فتویٰ

چونکہ عملاً مفقود الخبر کی بیوی کو زندگی بھر نکاح سے محروم رکھنا ایک مشکل بات بھی تھی اور بہت سے فتنوں کا باعث بھی بن سکتی تھی، اس لئے بعد کو چل کر فقہاء احناف نے بھی اس مسئلہ میں مالکیہ کی رائے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ جامع الرموز کے مصنف مالکیہ کا مسلک نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''فلو أفتي به في موضع الضرورة ينبغي ان لا باس به علیٰ ما اظن''۔ (25)

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی مالکیہ کی رائے پر فتویٰ دیتے ہوئے احناف کی کچھ اور کتابوں سے اس کے حق میں عبارتیں نقل کی ہیں:

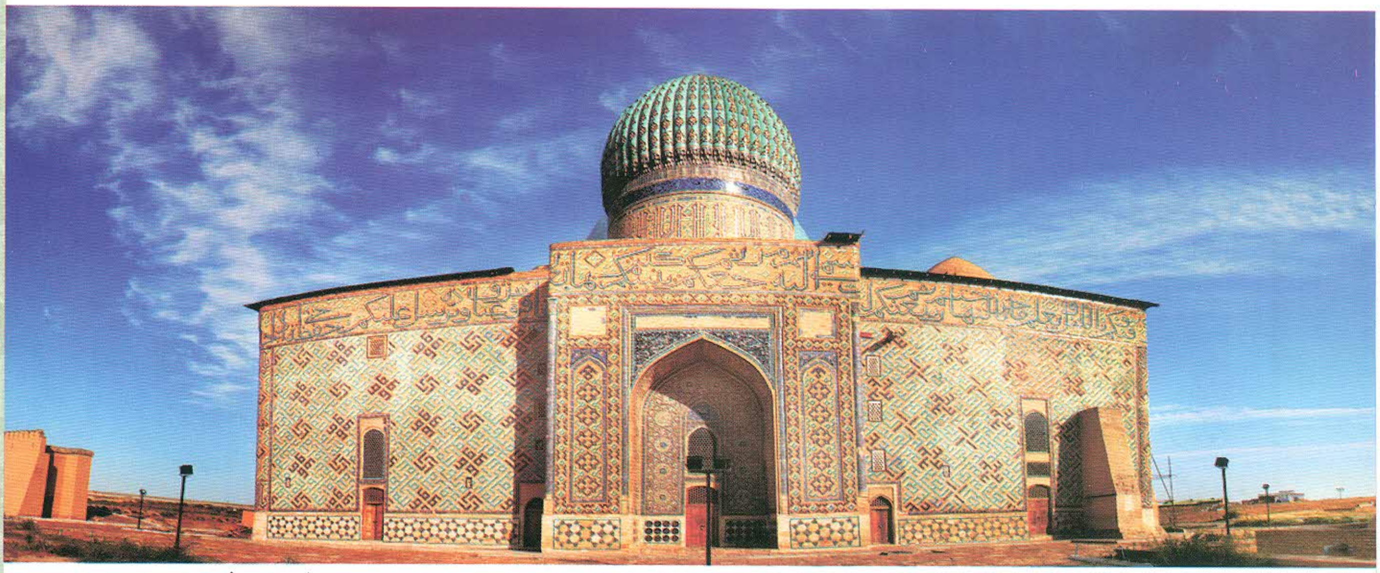

بنایہ شرح ہدایہ میں علامہ عینی نے تحریر کیا ہے کہ جب یہ امر ممہد ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ چونکہ حدیث مرفوع اس مسئلہ میں بطریق ضعیف وارد ہے اور صحابہ خود مختلف ہیں، لہٰذا ائمہ مجتہدین بھی اس مسئلہ میں مختلف ہو گئے، ائمہ حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کو بمنزلہ حدیث مرفوع مرجح کیا، اور ائمہ مالکیہ نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما وغیرہ کی رائے کو مختار کیا، لیکن ائمہ حنفیہ تصریح کرتے ہیں کہ ضرورت کے وقت امام مالک کے قول پر فتویٰ دینا درست ہے جو کہ ایک جماعت صحابہ کی رائے کے موافق ہے اور جب وقوع حرام کا خوف ہو تو امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے۔

جامع الرموز میں ہے:

قال مالك والأوزاعي الى أربع سنين فينكح عرسه بعدها كما في النظم، فلوافتي به في موضع الضرورة ينبغي ان لا بأس به على ماظن۔

مالک اور اوزاعی نے کہا ہے کہ چار برس انتظار کر کے اس کی بیوی شادی کرے جیسا کہ نظم میں ہے، اگر ضرورت کے وقت اس پر فتویٰ دیا جائے تو میرے خیال میں کچھ حرج نہیں ہے۔

اور رد المحتار میں ہے:

ذكر ابن وهبان في منظومه انه لوافتي بقول مالك في موضع الضرورة يجوز، فاعترضه شارحها ابن الشحنة بان لاضرورة للحنفي الى ذلك، وقال الشارح في الدر المنتقى: هذا ليس باولى القول، قال القهستاني: لوافتي به في موضع الضرورة لابأس به على ما أظن۔

ابن وہبان نے اپنی منظوم میں کہا ہے کہ اگر ضرورت کے وقت امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے اور ابن شحنہ نے اس کی شرح میں اعتراض کیا ہے کہ حنفی کو اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور شارح نے در منتقی میں کہا ہے کہ یہ اولی نہیں ہے، اور قہستانی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اگر ضرورت کے وقت اس پر فتویٰ دیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔(26) نیز مولانا لکھنوی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔(27) ہندوستان کے علماء میں سے مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی حالات و مصالح کے تحت اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(28)

فقہاء مالکیہ کا طریقہ

جب اس مسئلہ میں فقہ مالکی پر فتویٰ ہے تو مناسب ہے کہ مالکیہ کے مسلک کی تفصیل نقل کر دی جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مفقود کی پانچ صورتیں ہیں:

۱۔ وہ جو دار الاسلام سے لاپتہ ہو اور کسی وبائی مرض کا زمانہ نہ ہو۔

۲۔ جو دار الاسلام سے کسی وبائی مرض مثلاً طاعون وغیرہ کے درمیان مفقود ہو گیا ہو۔

۳۔ اہل اسلام کی باہمی جنگ کے دوران لاپتہ ہوا ہو۔

۴۔ جو دارالحرب سے لاپتہ ہو۔

۵۔ جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جنگ کے موقع سے لاپتہ ہو جائے۔(29)

دارالاسلام میں عام مفقود لاپتہ شخص کا حکم یہ ہے کہ:

ا۔ عورت قاضی کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے۔ ''رفعت امرھا الی السلطان''۔

۲۔ قاضی اولاً معاملہ کی تحقیق کرے۔ لوگوں سے دریافت کرے جہاں ہو وہاں سے پتہ لگائے۔''ینظر فیھا و یکتب الی موضعه الذی خرج الیه''۔

۳۔ جب کوئی پتہ نہ لگ سکے تو اب قاضی اس کو چار سال کی مہلت دے کہ اس میں وہ شوہر کا انتظار کرے۔ ''فاذا یئس منه ضرب لها فی تلك الساعة اربع سنین''۔ از خود عورت کا انتظار معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ سحنون مالکی نے امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ عورت از خود بیس سال تک انتظار کے بعد بھی قاضی سے رجوع کرے تو بھی قاضی پھر اس کے لئے مدت انتظار (چار سال) متعین کرے گا۔ ''و ان قامت عشرین سنة''(30)

۴۔ جہاں قاضی شریعت موجود نہ ہو وہاں ''جماعت المسلمین'' بھی یہ کام انجام دے سکتی ہے۔ (چونکہ فقہاء احناف کے یہاں پاکستان جیسے ممالک میں شرعی عدالت کا قیام ہونے کے باعث اب ''جماعت المسلمین'' کی ضرورت نہیں ہے)۔

۵۔ چار سال کے انتظار کے بعد اگر مرد نہ آئے تو اب عورت از خود چار ماہ دس دنوں کی عدت وفات گزارے اس کے بعد وہ دوسرے نکاح کی مجاز ہو جائے گی۔ اس عدت کے لئے قاضی کے پاس رجوع ہونا ضروری نہیں، بلکہ خود اس کا ارادہ بھی ضروری نہیں اگر نیت نہ تھی دنوں کے حساب میں غلطی ہو گئی اور ''عدت وفات'' گزر گئی تو اب وہ گزر چکی۔ (31)

ہمارے زمانہ میں اخباری اشتہارات بھی کسی معاملہ کی تحقیق و تفحص کے لئے ایک اہم ذریعہ ہیں اور اس کے ذریعہ بھی قاضی تحقیق کر سکتا ہے۔

شوہر نفقہ چھوڑے یا عصمت کو اندیشہ ہو!

لیکن ظاہر ہے اس پر عمل اسی وقت ممکن ہے جبکہ مفقود الخبر شوہر نفقہ چھوڑ کر گیا ہو یا کوئی ایسی جائیداد ہو جس کو فروخت کر کے نفقہ حاصل کیا جا سکتا ہو، اور عورت اس پر قادر بھی ہو۔ اگر وہ نفقہ چھوڑ کر نہ گیا ہو تو ایسی صورت میں قاضی اپنی صوابدید سے اس سے کم مدت میں بھی نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ علامہ صنعانی نے امام یحییٰ کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''لکن ان ترك لها الغائب ما یقوم بها فهو كالحاضر اذلم یفتها الا الوطأ وهو حق له لا لها والا فسخها الحاكم عند مطالبتها۔۔۔ لقوله تعالى و لا تمسكوهن ضرارًا والحديث لا ضرر فى الاسلام والحاكم وضع لدفع المضارة فى الايلاء والظهار و هذا ابلغ والفسخ مشروع بالعيب و نحوه'' (32)

''لیکن اگر شوہر غائب نے اس کے لئے ایسی چیزیں چھوڑی ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنی زندگی بسر کر سکے تو وہ موجود شخص کے حکم میں ہے اس لئے کہ اب صرف اس کا جنسی حق ہی فوت ہو رہا ہے اور وہ شوہر کا حق ہے نہ کہ بیوی کا اور اگر ایسا نہ ہو تو عورت کے مطالبہ پر قاضی نکاح فسخ کر دے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عورتوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے نہ روکو اور حدیث میں ہے کہ اسلام میں نہ نقصان اٹھانا ہے اور نہ نقصان پہنچانا۔ اور قاضی اسی لئے ہے کہ ضرر کا ازالہ کرے جیسے ایلاء اور ظہار میں، اور مذکورہ صورت میں مجبوری بڑھ کر ہے جبکہ فسخ نکاح محض عیب وغیرہ کی وجہ سے بھی مشروع ہے''۔

امام احمد کے ہاں وہ شخص جو بالکل لاپتہ نہ ہو تاہم مستقر سے غائب ہو اور بیوی کا نفقہ ادا نہ کیا ہو تو نفقہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ کرنے کی اجازت ہے۔(33)

گویا مفقود الخبر کے مسئلے میں احتیاط کے دو پہلو کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، کہ اگرچہ آج کل مواصلات کے ذرائع بہت زیادہ ہو چکے ہیں کسی کا پتہ لگانا پہلے کی بنسبت آسان ہو چکا ہے۔ لیکن تمام ترقی کے باوجود یہ بات مشاہدے میں ہے، کہ دس بارہ سال تک کوئی شخص لاپتہ ہو اور پھر منظر عام پر آتا ہے لہٰذا مدت مقرر کرنے میں اس پہلو کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

اب ظاہر ہے جب ایسے شخص کا نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے جو لاپتہ نہ ہو تو بالکل لاپتہ شخص کا نکاح تو بدرجہ اولیٰ فسخ کیا جائے گا۔ دراصل جب مفقود کوئی ایسی جائیداد چھوڑ کر نہ جائے جس سے عورت کے نفقہ کی تکمیل ہو سکے، تو اب مقدمہ کی نوعیت ہی بدل جاتی ہے اور معاملہ کی اساس شوہر کی ''مفقود الخبری'' نہیں رہتی بلکہ اس کا نفقہ ادا نہ کرنا اصل اور بنیاد قرار پاتا ہے۔ ایسی صورت میں عدم انفاق کی وجہ سے جن شرائط کے ساتھ نکاح فسخ کیا جاتا ہے انہیں کے مطابق یہاں بھی نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ (32)

لیکن اگر مسئلہ نفقہ کا نہ ہو بلکہ عورت کی عفت و عصمت کا ہو، عورت کہے کہ چار سال انتظار کرنے میں اس کی عفت کے لئے خطرہ ہے اور وہ ایک مدت تک

انتظار کے بعد ہی قاضی سے رجوع ہو۔ قاضی ایک سال انتظار کی مہلت دے کر۔۔۔اگر شوہر نہ آئے تو۔۔۔۔۔ نکاح فسخ کرے۔ (34)

لیکن چونکہ شریعت نے ''ایلاء'' کی مدت چار ماہ قرار دی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ عورتوں کو چار ماہ سے زیادہ زن و شو سے محروم نہیں رکھا جانا چاہیے اس لئے اس حوالے سے غور کرنا چاہیے، تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ ۴ سال والے فتویٰ پر عمل کیا جائے، جیسا مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے لکھا ہے۔

اگر قاضی اپنی صوابدید سے اور حالات و مصالح کو سامنے رکھ کر سال کے اندر ہی عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دے دے۔ تو اس کی بھی گنجائش ہونی چاہیے، تاہم احتیاط مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے پر عمل کرنے میں ہے۔

مفقود الخبر شخص کی واپسی

اس باب کا ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر قاضی عورت کو دوسرے نکاح کی اجازت دے دے اور وہ نکاح بھی کر لے پھر مفقود الخبر شخص واپس آ جائے تو اب کیا حکم ہوگا؟ اکثر فقہاء اور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اب وہ عورت اسی ''مفقود الخبر'' شخص کی بیوی متصور ہوگی البتہ قاضی اسے اختیار دے گا کہ یا تو بیوی کو واپس لے لو یا تم نے جو مہر ادا کیا تھا وہ واپس لے لو، ابو لیلیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ اسی طرح نقل کیا ہے۔ سعید بن مسیبؒ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے نقل کی ہے اور سمرہ بنت عمیر رضی اللہ عنہ کے بقول اس کے ایک اسی قسم کے مقدمہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی محصوری کے ایام میں اسی طرح کا فیصلہ فرمایا پھر جب یہ لوگ اس معاملہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے تو انہوں نے بھی اس کو برقرار رکھا، اس کے علاوہ شعبی، ابراہیم نخعی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (35)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی یہی رائے ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی صحیح تر قول یہی ہے۔ (36)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مختلف جن لوگوں کی رائے نقل کی ہے ان میں ایک ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں ان کے نزدیک اب وہ عورت بہر صورت دوسرے شوہر کی بیوی ہے پہلے شوہر کا اب اس پر کوئی حق نہیں، چاہے دوسرا شوہر اس سے دخول کر چکا ہو یا ابھی نہ کیا ہو۔ ''فلاسبیل للاول ولا رجعة دخل بها اولم یدخل'' (37) -امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے کہ اگر شوہر اول شوہر ثانی کے دخول کرنے سے پہلے ہی آ گیا تو عورت اس کی طرف لوٹا دی جائے گی اور اگر دخول کر چکا ہے تو اب وہ شوہر ثانی ہی کی بیوی ہے اور شوہر اول کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ مفقود الخبر شخص اور اسی طرح کے ایک اور معاملہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وان دخلافالاخران احق'' (38)

یہی رائے امام احمد کی بھی ہے اور ربیعہ کی رائے کے مطابق امام شافعی کا قول مروی ہے۔ (39)

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا استدلال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیوی کے پاس موجود نہ ہو اور اس کو طلاق دے دے اور غائبانہ ہی زبانی رجعت بھی کر لے اور بیوی کو طلاق کی اطلاع تو پہنچی لیکن رجعت کی خبر نہ ہوئی اس بنا پر عدت گزرنے کے بعد وہ دوسرا نکاح کر لے اور دوسرا شوہر اس کے ساتھ صحبت بھی کر لے، اب شوہر اول اس کو لوٹانا چاہے تو اس کو اس کا حق حاصل نہ ہوگا یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ اور ان کا ارشاد ہے:

''فان تزوجت ودخل بها الاخر فلاسبيل لزوجها الاول اليه'' (40)

امام مالک کہتے ہیں کہ میں اس پر مفقود الخبر شخص کی بیوی کے مسئلہ کو قیاس کرتا ہوں اور یہی رائے اس میں بھی رکھتا ہوں۔

بعض حضرات نے مفقود الخبر شوہر کی واپسی پر عورت کو اس کے حوالہ کرنے کو مردوں کے حقوق کے معاملہ میں مبالغہ قرار دیا ہے مگر جو بات حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے صحابہ سے ثابت ہو۔ اس کے بارے میں اس قسم کی تنقید ناشائستہ ہی کہی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصولی اعتبار سے یہ رائے زیادہ قوی ہے اس لئے کہ مفقود الخبر شخص کی بیوی کو دوسرے نکاح کی اجازت اس بنیاد پر دی گئی تھی کہ ''شوہر اول'' مر چکا ہے اب جب کہ شوہر اول مرا ہی نہیں ہے اور وہ زندہ ہے تو یہ بنیاد ہی منہدم ہو گئی، اس لئے اس دوسرے نکاح کو کالعدم ہو جانا چاہیے۔

تاہم چونکہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صراحت ثابت نہیں ہے، یہ صحابہ کے آثار ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی سے ملتے ہوئے ایک دوسرے مقدمہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو فیصلہ نقل کیا ہے وہ اس کے خلاف بھی ہے اس لئے آثار صحابہ کو بھی اس باب میں متعارض سمجھنا چاہیے اور اس کا اعتراف کرنا چاہیے کہ یہ مسئلہ منصوص نہیں ہے بلکہ اجتہادی ہے اور مختلف قرائن ہیں جو اس باب میں ربیعۃ الرای اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے اس دوسرے قول کے حق میں جاتے ہیں جن کو ''رحمۃ الامۃ'' میں نقل کیا گیا ہے۔

۱۔ مفقود الخبر شخص کی بیوی مرد کی طرف سے ایک طویل عرصہ ''جنسی حق'' سے محروم رہتی ہے اور جنسی حق یعنی جماع سے محروم کرنے کی وجہ سے شریعت جو طلاق واقع کرتی ہے وہ ''طلاق بائن'' ہے۔ جیسا کہ ایلاء سے واضح ہے اس طرح یہ سمجھنا چاہیے کہ گویا اول کی طرف سے اسے ''طلاق بائن'' پڑ چکی ہے۔ اور اب وہ اس کی بیوی باقی نہیں رہی۔

۲۔ اکثر حالات میں اور پاکستان میں ۹۵ فیصد مفقود الخبر شخص کی بیوی نفقہ سے بھی محروم رہتی ہے اور جو فقہاء مرد کے قصداً نفقہ ادا نہ کرنے یا ادائیگی نفقہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے زوجین میں تفریق کی اجازت دیتے ہیں، ان کے یہاں یہ تفریق ''طلاق بائن'' کے حکم میں ہوتی ہے، جس میں مرد و عورت کا ازدواجی رشتہ یکسر ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ مفقود الخبر شخص اور اس کی بیوی میں علیحدگی ''قاضی'' کے ذریعہ ہوتی ہے اور غالباً اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سوائے اس صورت کے اور جتنی بھی صورتیں ہیں ان میں قاضی کی طرف سے ہونے والی تفریق ''طلاق بائن'' یا ''فسخ'' کا درجہ رکھتی ہے اور قاضی کے منصب اور ولایت کے لحاظ سے یہی مناسب بھی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں بھی یہ علیحدگی اسی نوعیت کی ہو۔

۴۔ بہت سے فقہاء ''نشہ'' کی طلاق کو ازراہ سزا واقع قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ''مفقود الخبر'' شخص کی طویل غیبت کی وجہ سے قاضی عورت کو جب دوسرے نکاح کی اجازت دے۔ تو ازراہِ سزا اس کو دائمی اور ناقابل تنسیخ اجازت کا درجہ دیا جانا چاہیے ورنہ تو اس کو اپنے جرم کی کوئی سزا ہی نہ ملے گی۔ حالانکہ نشہ حقوق اللہ میں تعدی ہے اور بیوی کو چھوڑ کر لاپتہ ہو جانا ''حقوق الناس'' میں تعدی ہے، اور حقوق الناس کی اہمیت بہ اعتبار ادائیگی حقوق اللہ سے زیادہ ہے، بلکہ اس صورت میں بات بالکل الٹ ہو جائے گی، شوہر ثانی جو بیوی کا حق ادا کر رہا ہے اسے جرم بے گناہ کی سزا یہ ملے گی کہ اس کی شریک حیات جدا ہو جائے اور مفقود الخبر شخص کو اپنی تعدی اور ظلم کے باوجود ایک عرصہ تک تمام ذمہ داریوں سے بے تعلق رہنے کے باوجود پھر اس کی بیوی مل جائے۔

ان سب کے علاوہ ہم کو اس مسئلہ پر پاکستانی سماج کی روشنی میں بھی سوچنا ہوگا، عربوں میں کسی مطلقہ یا بیوہ کا نکاح کوئی مسئلہ نہ تھا اور اب بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مگر پاکستان میں ہندو رسم و رواج سے متاثر ہونے کی وجہ سے مطلقہ یا بیوہ عورتوں سے نکاح یا تعدد ازدواج ایک شاذ و نادر واقعہ بن کر رہ گیا ہے اب ایک تو یونہی کوئی شخص ایسی شوہر دیدہ عورت سے نکاح کو بمشکل تیار ہوگا اور اگر اسے یہ خدشہ بھی دامن گیر ہو کہ کسی بھی وقت شوہر اول کی واپسی ہو سکتی ہے۔ اور اس کے بعد بیوی بھی واپس چلی جائے گی اور اس سے ہونے والی اولاد کا مسئلہ بھی ''مسئلہ'' بن جائے گا تو کون ہے جو نکاح کے لئے تیار ہو؟ اس لئے اس قسم کی قید کم از کم پاکستان کے ماحول میں اس اجازت سے عملاً عورتوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔ اس لئے ''مفقود الخبر'' شخص کی بیوی کو قاضی کی طرف سے دوسرے نکاح کی اجازت ناقابل تنسیخ ہوگی، اور شوہر اول کا اس پر کوئی حق نہ ہوگا اور اگر وہ اس پر جنسی فائدہ اٹھا چکا تھا تو اب اسے ادا شدہ مہر کی طلبی کا بھی کوئی حق نہ ہوگا۔

حاصل کلام

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عام حالات میں مفقود الخبر شوہر کی عورت ''چار سال'' انتظار کرے البتہ اگر عورت گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ظاہر کرے تو مخصوص حالات کے پیش نظر عدالت ''ایک سال'' کے انتظار کا حکم جاری کرے۔

حواشی وتعلیقات

1 - القدوری، ابوالحسن، العلامۃ الشیخ، احمد بن محمد بن احمد بن جعفر الحنفی البغدادی (۴۲۸ھ) مختصر القدوری، کتاب المفقود، ص: ۱۳۸، تحقیق: الشیخ کامل محمد عویضۃ، طبع: دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

2 - شرف الدین، ابو النجا، موسیٰ بن أحمد بن موسیٰ الحجاوی (۹۶۰ھ) الا قناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، جلد۴، ص ۱۱۳، تحقیق: عبداللطیف محمد موسیٰ السبکی طبع: دارالمعرفۃ بیروت، لبنان۔

3 - ابن أبی شیبۃ ابوبکر، عبداللہ بن أبی شیبۃ العبسی الکوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ)، مصنف ابن ابی شیبۃ، فصل فی امرأۃ المفقود، جلد۴، ص ۲۲۶-۲۳۷، تحقیق: محمد عوامۃ، طبع: دارالقبلۃ، سعودیہ۔

4 - ابن حزم، فخر الاندلس، ابومحمد، علی بن أحمد سعید بن حزم (۴۵۶ھ)، المحلی بالآثار باب ما یفسخ بہ النکاح بعد صحتہ وما لا یفسخ بہ، جلد: ۱۰، ص: ۱۳۳-۱۳۴ مسألۃ نمبر: ۱۹۴۱، تحقیق: محمد منیر الدمشقی، طبع: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، القاہرۃ، مصر، طبع اول ۱۳۵۲ھ۔

5 - فخر الدین، عثمان بن علی، الزیلعی، الحنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، جلد۳، ص۳۱۱، طبع: دارالکتاب الاسلامی، قاہرہ، مصر ۱۳۱۳ھ۔

6 - الشافعی، ابوعبداللہ، محمد بن ادریس (۱۵۰-۲۰۴ھ) کتاب الأم، جلد۵، ص ۲۲۱، تحقیق: ڈاکٹر رفعت فوزی، طبع: دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، سن ۱۳۹۳ھ۔

7 - القہستانی، الخراسانی، شمس الدین، محمد، جامع الرموز، شرح مختصر الوقایۃ المسمی بالنقایۃ، جلد۳، ص ۱۲۶-۵۲۶، تصحیح: کبیر الدین احمد، طبع: مظہر العجائب کلکتہ، انڈیا، ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۸ء۔

8 - ابن أبی شیبۃ ابوبکر، عبداللہ بن أبی شیبۃ العبسی الکوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ)، مصنف ابن ابی شیبۃ، فصل فی امرأۃ المفقود، جلد۴، ص ۲۲۶-۲۳۷، تحقیق: محمد عوامۃ، طبع: دارالقبلۃ، سعودیہ۔

9 - امام مالک، الأصبحی المدنی، مالک بن انس بن مالک بن عامر (ت:۱۷۹ھ)، المدونۃ الکبریٰ، جلد ۲، ص ۳۲، تحقیق: زکریا عمیرات، طبع: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

10 - شرف الدین، ابو النجا، موسیٰ بن أحمد بن موسیٰ الحجاوی (۹۶۰ھ) الا قناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، جلد۴، ص ۱۱۳، تحقیق: عبداللطیف محمد موسیٰ السبکی طبع: دارالمعرفۃ بیروت، لبنان۔

11 - الدارقطنی، ابوالحسن، علی بن عمر الدارقطنی البغدادی، سنن الدارقطنی، جلد۳، ص۳۱۲، حدیث نمبر: ۲۵۵، تحقیق: السید عبداللہ ہاشم یمانی المدنی طبع: دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

12 - عبدالرزاق ابوبکر، عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی، مصنف عبدالرزاق جلد۷، ص ۹۱-۹۰، حدیث نمبر: ۱۲۳۳۰، ۱۲۳۳۲، ۱۲۳۳۳، ۱۲۳۳۴، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی، طبع دوم، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ۔

13 - ابن حزم، فخر الاندلس، ابومحمد، علی بن أحمد سعید بن حزم (۴۵۶ھ)، المحلی بالآثار باب ما یفسخ بہ النکاح بعد صحتہ وما لا یفسخ بہ، جلد: ۱۰، ص: ۱۳۸، مسألۃ نمبر: ۱۹۴۱، تحقیق: محمد منیر الدمشقی، طبع: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، القاہرۃ، مصر، طبع اول ۱۳۵۲ھ۔

14 - الشافعی، ابوعبداللہ، محمد بن ادریس (۱۵۰-۲۰۴ھ) کتاب الأم، جلد۵، ص ۲۳۹، تحقیق: ڈاکٹر رفعت فوزی، طبع: دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، سن ۱۳۹۳ھ۔

15 - ابن أبی شیبۃ ابوبکر، عبداللہ بن أبی شیبۃ العبسی الکوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ)، مصنف ابن ابی شیبۃ، فصل فی امرأۃ المفقود،

جلد۴، ص ۲۲۶-۲۳۷ ، تحقیق: محمد عوامة، طبع: دارالقبلة، سعودیہ۔

16 - ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (ت:۸۵۲ھ)، الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة، جلد۲، ص ۱۴۳، حدیث نمبر:۷۵۳، تحقیق: السید عبدالله ہاشم الیمانی المدنی، طبع: دارالمعرفة، بیروت، لبنان۔

17 - القرآن الکریم، سورة البقرة، آیت نمبر ۲۳۱۔

18 - امام مالك، ابوعبدالله، مالك بن انس الأصبحی، موطأ الامام مالك، جلد ۲، ص ۷۴۵، حدیث نمبر: ۱۴۲۹، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، طبع: داراحیاء التراث العربی، مصر۔

19 - الصنعانی، محمد بن اسماعیل الأمیر الکحلانی، الصنعانی، (ت:۱۱۸۲ھ)، سبل السلام، جلد۳، ص ۲۰۸، طبع چہارم ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء، مکتبة مصطفی البابی الحلبی، القاهرة، مصر۔

20 - ایضاً۔

21 - لکھنوی، ابوالحسنات، الامام، عبدالحی بن عبدالحلیم اللکنوی (ت: ۱۳۰۴ھ) عمدة الرعایة علی شرح الوقایة، جلد ۴، ص ۵۴۱، تحقیق: ڈاکٹر صلاح محمد ابو الحاج، طبع: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان ۲۰۰۹ء۔

22 - ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (ت:۸۵۲ھ)، الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة، جلد۲، ص ۱۴۳، حدیث نمبر:۷۵۳، تحقیق: السید عبدالله ہاشم الیمانی المدنی، طبع: دارالمعرفة، بیروت، لبنان۔

23 - ابن حزم، فخر الاندلس، ابومحمد، علی بن أحمد سعید بن حزم (۴۵۶ھ)، المحلی بالآثار باب ما یفسخ به النکاح بعد صحته وما لا یفسخ به، جلد: ۱۰، ص: ۱۳۲-۱۳۳) مسألة نمبر: ۱۹۴۱ ، تحقیق: محمد منیر الدمشقی، طبع: ادارة الطباعة المنیریة، القاهرة، مصر، طبع اول ۱۳۵۲ھ۔

24 - لکھنوی، ابوالحسنات، الامام، عبدالحی بن عبدالحلیم اللکنوی (ت: ۱۳۰۴ھ) عمدة الرعایة علی شرح الوقایة، جلد ۴، ص ۵۴۱، تحقیق: ڈاکٹر صلاح محمد ابو الحاج، طبع: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان ۲۰۰۹ء۔

25 - القهستانی، الخراسانی، شمس الدین، محمد، جامع الرموز، شرح مختصر الوقایة المسمی بالنقایة، جلد۳، ص ۱۲۶/۵۲۶، تصحیح: کبیر الدین احمد، طبع: مظهر العجائب کلکته، انڈیا، ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۸ء۔

26 - لکھنوی، ابوالحسنات، الامام، عبدالحی بن عبدالحلیم اللکنوی (ت: ۱۳۰۴ھ) مجموعة الفتاوی (اردو) جلد۲، ص ۸۷، ترجمہ: مفتی محمد برکت الله لکھنوی، ترتیب: مفتی محمد وصی علی ملیح آبادی، طبع: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوك، کراچی، ۱۳۷۳ھ۔

27 - لکھنوی، ابوالحسنات، الامام، عبدالحی بن عبدالحلیم اللکنوی (ت: ۱۳۰۴ھ) عمدة الرعایة علی شرح الوقایة، جلد ۴، ص ۵۴۱، تحقیق: ڈاکٹر صلاح محمد ابو الحاج، طبع: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان ۲۰۰۹ء۔

28 - تھانوی، مولانا، اشرف علی، (۱۲۸۰ھ- ۱۳۶۳ھ) حیله ناجزه (احکام طلاق و نظام شرعی عدالت) ص ۱۲۸-۱۰۶، ترتیب جدید: مولانا خورشید حسن قاسمی، طبع: الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶ء۔

29 - الصاوی، المالکی ابوالعباس، احمد بن محمد الخلوتی (ت: ۱۲۴۱ھ)، بلغة السالك لاقرب المسالك المعروف بحاشیة الصاوی علی الشرح الصغیر (الشرح الصغیر هو شرح الشیخ الدردیر لکتابه المسمی أقرب المسالك لمذهب الامام مالك، طبع: دارالمعارف، جلد۲، ص ۶۹۳، باب فی العدة وأحکامها۔

30 - امام مالك، الأصبحی المدنی، مالك بن انس بن مالك بن عامر (ت:۱۷۹ھ)، المدونة الکبریٰ، جلد ۲، ص ۳۲، تحقیق: زکریا عمیرات، طبع: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان۔

31 - ایضاً و حاشیة الصاوی علی الشرح الصغیر۔
32 - الصنعانی، محمد بن اسماعیل الأمیر الکحلانی،
الصنعانی، (ت:۱۱۸۲ھ)، سبل السلام، جلد۵، ص۲٦۷،
طبع چهارم ۱۳۷۹ھ/ ۱۹٦۰ء، مکتبة مصطفی البابی الحلبی،
القاهرة، مصر۔
33 - شرف الدین، ابو النجا، موسیٰ بن أحمد بن موسیٰ
الحجاوی (۹٦۰ھ) الا قناع فی فقه الامام احمد بن حنبل،
جلد۴، ص ۱۱۳، تحقیق: عبداللطیف محمد موسیٰ السبکی
طبع: دارالمعرفة بیروت، لبنان۔
34 - تھانوی، مولانا، اشرف علی، (۱۲۸۰ھ- ۱۳٦۳ھ) حیله
ناجزه (احکام طلاق و نظام شرعی عدالت) ص-۱۲۸
۱۰٦، ترتیب جدید: مولانا خورشید حسن قاسمی،
طبع: الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور،
پاکستان، ۱۹۹٦ء۔
35 - ابن أبي شیبة ابوبکر، عبدالله بن أبي شیبة العبسی الکوفی
(۱۵۹-۲۳۵ھ)، مصنف ابن ابی شیبة، فصل فی امرأة
المفقود، جلد۴، ص ۲۲٦-۲۳۷ ، تحقیق: محمد عوامة،
طبع: دارالقبلة، سعودیه۔
36 - ۱- المحبوبي، العلامة، عبید الله ابن مسعود بن تاج
الشریعة (ت:۷٤۷ھ)، شرح الوقایة، کتاب المفقود، ص
:۲۲۴، طبع: نولکشور، لکھنؤ، ۱۳۰۰ھ، طبع چهارم و
۲- العثمانی، الشافعی، الدمشقی، ابوعبدالله، محمد بن
عبدالرحمن، رحمة الأمة فی اختلاف الأئمة، کتاب
العدد، ص ۲۲۷، تحقیق: ابراہیم امین محمد، طبع:
المکتبة، التوفیقیة، مصر۔
37 - ابن حزم، فخر الاندلس، ابومحمد، علی بن أحمد
سعید بن حزم (۴۵٦ھ)، المحلی بالآثار باب ما یفسخ به
النکاح بعد صحته وما لا یفسخ به، جلد: ۱۰، ص: -۱۳۴
۱۳۳) مسألة نمبر: ۱۹۴۱ ، تحقیق: محمد منیر الدمشقی،
طبع: ادارة الطباعة المنیریة، القاهرة، مصر، طبع اول
۱۳۵۲ھ۔
38 - امام مالك، الأصبحی المدنی، مالك بن انس بن مالك
بن عامر (ت:۱۷۹ھ)، المدونة الکبریٰ، جلد ۲، ص ۳۲،
تحقیق: زکریا عمیرات، طبع: دارالکتب العلمیة،
بیروت، لبنان۔
39 - العثمانی، الشافعی، الدمشقی، ابوعبدالله، محمد بن
عبدالرحمن، رحمة الأمة فی اختلاف الأئمة، کتاب
العدد، ص ۲۲۷، تحقیق: ابراہیم امین محمد، طبع:
المکتبة التوفیقیة، مصر۔
40 - *ایضاً*۔